ی ۷۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

(القرآن)

ماہنامہ

معارف اسلام

لاہور

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

(از قلم مدیر اعزازی سید احسن عمرانی)

خصوصیاتِ ماہ شمسی و قمری

ماہ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق جمادی الاول جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ

۱۵۔ جولائی ۱۹۷۲ء۔ وفات جناب سیدہ ؑ

تاریخہائے سعد و نحس

نیک = ۱، ۴، ۵، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۸ تا ۲۱، ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۱ جولائی ۱۹۷۲ء

میانہ = ۲، ۲۹ جولائی ۱۹۷۲ء

نحس = ۳، ۶، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۲۲ تا ۲۵، ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء

مخصوص تاریخیں

۸، ۱۱، ۱۲ جولائی۔ نکاح کے لئے بد

۲۷۔ ۲۹۔ جولائی۔ قرض لینے دینے کے لئے بد

۸، ۱۶، ۲۰ جولائی۔ نحس

داخلہ قمر در عقرب ۲۰ جولائی رات ۸ بجکر ۱۴ منٹ

ختم قمر در عقرب ۲۳ جولائی صبح ۸ بجکر ۹ منٹ

طبی ہدایات از امام رضا علیہ السلام

گرمی کی شدت بدستور رہتی ہے۔ کنوؤں کا اور چشموں کا پانی کم ہو جاتا ہے تھوڑا تھوڑا پانی نہار منہ پینا مفید ہے۔ ٹھنڈی اور مرطوب ادویہ کا استعمال صحت کے لئے ضروری ہے۔ اور زود ہضم اور لطیف غذا کھانا مفید ہے۔

(رسالہ ذہبیہ فی اسرار علوم الطبیہ مصنفہ امام رضا علیہ السلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صل علی محمد و آلہ

تعلیماتِ قرآن مجید و محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا مبلغ

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

جلد ۱۸ | ماہ جمادی الاوّل / جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق جولائی ۱۹۷۲ء | شمارہ ۴

ناشر:- ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) ۹-بی شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

شیخ غیاث الدین پبلشر نے باہتمام ملک نور الٰہی پرنٹر تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف
اسلام (رجسٹرڈ) ۹ بی شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

گفتنی ہا

راستی و درستی بہترین سیاست است

شان و مقام حضرت ابوطالب عمران ع ابن عبد المطلب علیہما الصلوٰۃ والسلام

یادداشت :- آپ نے شمارہ جون میں بھی "شان و مقام حضرت ابوطالبؑ" گفتنی ہا میں پڑھا ہوگا۔ اس مرتبہ اسے پھر سے دینے کا مقصد یہ ہے کہ پچھلی مرتبہ اس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا۔ اب شروع سے اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو سلسلے کے لئے جون کا شمارہ نہ دیکھنا پڑے۔ (عراقی)

خدا بُرا کرے یا ہدایت دے اُن علمائے سُو کو کہ جو والدین جناب رسولؐ اکرم و جناب امیر المومنینؑ اور والد خلیل رب العالمین حضرت ابراہیمؑ کو (معاذ اللہ) کافر کہتے رہتے ہیں اور خود اُن کے ایمان و اسلام کی یہ حالت ہے کہ دن میں کئی کئی مرتبہ ٹوٹتا ہے اور کئی مرتبہ جُڑتا ہے۔ یہ عادت ان لوگوں میں اتنی عام ہو گئی ہے کہ آئے دن کفر سازی کی مشینیں حرکت میں آئی رہتی ہیں اور فلاں کافر! فلاں کافر!! کا شور مچاتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ بیشتر زمانہ میں شبیہ ذوالجناح کو محض دیکھ لینے سے نکاح ٹوٹ جانے کے فتاوے جاری کر چکے ہیں۔ اب اسی ایک بات پر غور کیجئے کہ جب ہر ایک نے، انہوں نے یا ان کے آباؤ اجداد نے شبیہ ذوالجناح کی زیارت کی تو نکاح کی حالت کیا ہوئی اور اس کے بعد جو اولاد پیدا ہوئی وہ کیسی رہی۔ ایسی ہی غیر معقول باتیں دیکھ دیکھ کر تعلیمیافتہ طبقہ کا ایک بڑا حصہ دین و مذہب ہی سے متنفر ہو چکا ہے اور سوشلزم و کمیونزم کی لپیٹ میں آ چکا ہے اور آ رہا ہے۔ اس سب کی ذمہ داری ان علمائے سُو پر ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ اور رسولؐ اکرم کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آخر وہ علماء ہی تو تھے کہ جنہوں نے امام حسینؑ جگر گوشۂ رسولؐ یعنی امام وقت کے قتل کے فتوے دیئے تھے۔ اور عہد بنو امیہ و بنو عباس میں تبلیغ اسلام

یعنی تعبیرات و تنسیلات آلِ محمدؐ کے مقابلہ میں سلاطین جور کے کہنے پر نئی فقہیں اور نئے اسلامی قوانین جاری کیے۔ اور آج دین ٹکڑے ٹکڑے نظر آتا ہے۔ حالانکہ دینِ اسلام تو دینِ فطرت ہے اور اس قدر سادہ (SIMPLE) اور آسان اور پاک و پاکیزہ ہے کہ ہر فردِ بشر کیلئے قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہے۔ بہر حال جو واقعات و حقائق اوپر بیان کیے گئے ہیں ان کی موجودگی میں ہے کوئی مائی کا لال و تاریخ سے کما حقہٗ واقف اور ذی علم ایسا کہ جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر حضرت ابو طالبؑ کے عظیم احسانات اور شفقت و پیار سے انکار کر سکے۔ آپؑ کے بارِ احسانات سے کسی فردِ مسلم کی بھی گردن نہیں اٹھ سکتی۔ اگرچہ فی الحقیقت اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حفاظت اللہ تعالےٰ ہی کی ذمہ ہے اور وہی نگہبانِ حقیقی ہے۔ مگر ان واقعات اور تاریخی حقائق سے کون انکار کر سکے گا کہ ابو طالبؑ نہ ہوتے تو قریش کے ہاتھوں جناب سید المرسلینؐ قتل ہو جاتے اور دین اسلام قائم ہی نہ ہو سکتا۔ جناب ابو طالبؑ نے یہ سمجھ کر کہ محمدؐ نبی موعود سید المرسلین اور نبی آخر ہیں۔ آپ کی اپنے جان و مال سے حفاظت کی اور باوجود بیضۃ البلد و سردار مکہ ہونے کے (کیونکہ جناب رسولؐ اکرم کے والد حضرت عبد اللہؑ تو آنحضرتؐ کی ولادت سے پیشتر ہی وفات پا چکے تھے اور آنحضرتؐ جناب ابو طالبؑ ہی کی کفالت میں تھے اور یہی سرد اکبر تھے) آپ نے اپنی اولاد کو محمد مصطفےٰ اور اسلام پر قربان کر دیا۔ یہ قربانیاں جب سے لے کر آج تک کے تاریخی حقائق ہیں جو ناقابلِ انکار ہیں۔ مگر آج پاکستان میں جمہوری آزادی اپنا یہ رنگ دکھلا رہی ہے۔ کہ یہ علماءِ سُو کھلے بندوں توہین خاندانِ رسولؐ کر کے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں۔ کراچی سے ایک ماہنامہ "بیّنات" دیوبندی مسلک فکر کا نکلتا ہے۔ یہ اپنے آپ ہی کو مسلمان سمجھتے ہیں اور بقایا مسلمانوں کو گمراہ اور ان کے معتقدات اور بزرگانِ دینِ اسلام قائم کرنے والوں کے خلاف توہین آمیز مضامین شائع کر کے گویا اپنے زعمِ باطل میں اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو قرآن میں فرماتا ہے کہ الم یجدک یتیما فآوی (پ ۳۰ ع ۱۸) الضحیٰ یعنی اے میرے حبیب کیا تم کو یتیم نہیں پایا پھر پناہ دی۔ یہ پناہ جناب ابو طالبؑ نے نہیں دی تھی تو اور کس نے دی تھی۔ خداوند تعالےٰ نے تو حضرت ابو طالبؑ کا پناہ دینا اپنا پناہ دینا فرمایا اور کراچی کا بیّنات لکھے :۔

" ابو طالبؑ کی وفات ہجرت سے تین سال قبل اور شعب سے آنے کے ۲۸ دن

بعد ہوئی"۔ اس وقت ابو طالب کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی ۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک ابو طالبؑ کا اسلام لانا ثابت نہیں یہ بدکار روافض کا خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے۔

اسی سال جب آپ نے ابو طالب کے لئے استغفار کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں ۔ اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں ۔ (بیان القرآن حضرت تھانوی)"۔

(بینات کراچی اپریل ۱۹۷۳ء ص۱۷)

؎ ہائے ان مالیوں نے باغ اجاڑا اپنا

جو کفار قریش و مخالفانِ دین اسلام کے خلاف آیات نازل ہوئی تھیں وہ اپنے پرانے دل کو تسلی دینے کیلئے جناب محافظ اسلام و محافظ سید المرسلین کے لئے چسپاں کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰے خود بروئے قرآن کسی کافر کا مشکور نہیں ہوتا ۔ مگر یہاں پناہ ابو طالبؑ پناہ خدا فرما رہا ہے ۔ ہم اللہ تعالٰے کی مانیں یا ان بہکے و بگڑے ہوئے علماء سُو کی مانیں ۔ جب یہ لوگ جو کہ ابن الندوہ اور ابن السقیفہ سے کم نہیں تو جب انہوں نے والدین نبیؐ اکرم کو (معاذ اللہ) کافر اور دوزخی تسلیم کر لیا تو جناب امیر المومنین کے والد کیلئے ان سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے ۔ حکومت عالیہ کا فرض ہے پاکستان میں امن و امان کو قائم رکھنے کیلئے اور ملک کی ترقی کو جاری رہنے دینے کیلئے بد لگام لوگوں کے منہ پر قانون کا مضبوط پٹہ چڑھائے تا کہ یہ اشتعال نہ پھیلا سکیں ۔ (غ)

مبلغین و ذاکرین کے لئے

آپ کی دینی خدمات سے انکار محال ہے ۔ آپ نے گلی گلی ۔ کوچے کوچے ۔ گاؤں گاؤں قریہ قریہ اور شہر شہر اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو تاریخ اسلام سے روشناس کرایا ۔ اگرچہ اس میں آپ کا روزگار بھی شامل ہے ۔ مگر دینے والے نے آپ کو نہیں دیا ۔ اس نے اپنے پیارے مظلومؑ کی خدمت میں نذرِ عقیدت پیش کی اور آپ نے مظلومؑ کا صدقہ

کھایا۔ وہی کربلا کا مظلوم آپ کا کفیل ہوا اُسی سے فیضیاب ہوئے۔ لہذا یہ نہایت پاکیزہ رزق ہے۔ دُنیا کا کوئی بھی کام بغیر خرچ اور رقم کے نہیں چلتا۔ ایک ہی شہر کی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑے تو بس۔ تانگہ۔ رکشا ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایک ملک کے دُور دراز مقامات پر بغیر خرچ کے کیونکر پہنچ سکیں گے۔ اور پھر دینے والے نے تو نذر امامؑ دینا ہے آپ کو نہیں دینا۔ خود عہد معصومینؑ میں آئمہؑ ذاکرین سے اپنے جدؑ کا ذکر سُن کر انعام یا ہدیہ دیتے رہے۔ حالانکہ سب سے بڑے عالم تو وہ خود تھے۔ مگر اپنے ماننے والوں سے ذکرِ مصائب اہلبیتؑ سُن کر خوش ہوتے تھے اور انعام دیتے تھے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض نہیں بلکہ اکثر حضرات اپنی تبلیغی خدمات کا معاوضہ پیشتر ہی بڑے کڑے انداز میں طے کرتے ہیں اور بڑی بڑی شرائط کے علاوہ گرانقدر رقوم کا مطالبہ کرتے ہیں اور پیشگی سودا بازی کرتے ہیں۔ یہ عمل قوم کو بہت کھٹک رہا ہے۔ اگرچہ قطع نظر دینی احکام کے اگر اسے سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس صورت حال سے ذاکرین و مبلغین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور انہیں مقبولیت حاصل کرنے کیلئے تبلیغ اسلام کیلئے خاص کوششیں جاری رکھنی پڑتی ہیں۔ اور دلائل و براہین اور دین حق کو اُجاگر کرنے کیلئے اپنی علمی کاوشوں میں اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے تبلیغ اسلام زیادہ موثر طریقے سے ہوتی ہے۔ بہرحال اس صورت حال پر ضرور کنٹرول ہونا چاہئے۔ اور پاکستان میں اس اہم کنٹرول سے ہماری واحد مرکزیت قائم ہو سکے۔ مگر ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ اور امامؑ وقت کے سامنے جوابدہ ہیں۔ واقعات اور روایات کی درستگی نہایت ضروری ہے۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے کوئی غلط، بناوٹی یا غیر مصدقہ روایت بیان کرینگے تو ایک دفعہ تو واہ واہ ہو جائیگی۔ مگر اس کا غلط تاثر مومنین کے دماغ میں رہ جائیگا اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ اور آپ جوابدہ ہونگے۔ ایک وقت تھا کہ ماہِ محرم الحرام میں ہر مومن کا اور بالخصوص سادات کرام کا ہر گھر عزاخانہ بنا ہوتا تھا۔ مومنین تو تھوڑے ہی ہوتے تھے۔ مگر محلے کے تمام غیر شیعہ ان مجالس میں کھنچے چلے آتے۔ آپ صرف مظلومیت حسینؑ بیان کرتے اہلبیتؑ اطاہرینؑ کے مصائب سناتے تھے مظلومیت میں اتنی کشش ہے اور مُسلم تو در کنار کافر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں سکتا۔ بعدازاں مصائب کے ساتھ فضائل اہلبیتؑ بھی بیان کئے جانے لگے۔ شانِ اہلبیتؑ

اس قدر بلند ہے کہ سورج کی چمک بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ یہ **فضائل و مصائب** ملت گریہ کُن کے پاس وہ زبردست ہتھیار ہیں کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں، کوئی جواب نہیں۔ اگر ہمارے واعظین و ذاکرین صرف انہیں ہر دو پر کاربند رہتے تو اس وقت نمایاں اکثریت آپ کی ہوتی۔ مگر جس وقت ذکر و بیانات میں بعض چیزیں ایسی بیان کی گئیں جو دوسرے کے لئے دل آزار ثابت ہوئیں۔ تو دوسروں نے بھی آپ کی مجالس میں آنا ہی بند کر دیا۔ اگرچہ برصغیر میں آپ کی ترقی کا رُخ دیکھ کر کہ عوام آپ کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔ نفاق کا بیج مناظرہ کی صورت میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان نے بویا اور اُس کے فرزند کے مولوی عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشری کا بم پھینکا (یا انگریزوں نے پھنکوایا کہ مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ پڑ جائے) اتمام حجت کے لئے جواب دینا ضروری تھا لہٰذا ایک کے دسیوں جواب دیئے گئے۔ اس کے بعد بھی اگر ہم دُور اندیش ہوتے تو تحریری صورت میں تو جواب و سوال ہوتے رہے مگر مجالسِ مظلومؑ کو اس لعنت سے پاک رکھتے۔ اور وہاں صرف فضائل و مصائب ہی پر اکتفا کرتے۔ اہلبیتؑ یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل کا سورج جس وقت طلوع ہوتا ہے۔ تو تمام چھوٹے بڑے ستارے گم ہی ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ستاروں کی کم مائیگی اور گم شدگی کا بھی ڈھنڈورہ پیٹیں۔ میرا خیال اس وقت ستاروں پرستوں کی طرف چلا گیا۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے ستارہ کے غروب ہو جانے یا معدوم ہو جانے پر اُس کی مذمت کی تھی۔ مگر اُس وقت وہ مجلسِ مظلومؑ نہ تھی بلکہ محلِ تبلیغ تھا۔ یہاں مجلسِ عزا رسیّد المظلومینؑ کی بات ہو رہی ہے۔ از راہ کرم اس میں صرف فضائل اور مصائب کا بیان کریں۔ یہ مضمون بہت وسعت لئے ہوئے ہے۔ تمام عمر میں کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہماری یہی گذارش ہے کہ دوسرے کی دل آزاری سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔ اس سے ایک دفعہ مجمع میں واہ واہ تو مچ جائے گی۔ مگر مذہب و ملت کے مفاد کو سخت نقصان ہو گا۔ (غ)

ارشاداتِ معصومینؑ

شیعی توحید و معرفت الٰہی کا ایک نمونہ

(اقتباس از نہج البلاغہ من کلام امیر المومنینؑ)

صرف ترجمہ :- دین کی پہلی اساس اُس کی معرفت ہے۔ اور کمالِ معرفت اُس کی تصدیق ہے۔ اور کمال تصدیق اس کو یکتا ماننا اور واحد جاننا۔ اور کمالِ توحید اخلاص ہے۔ اور کمال اخلاص (اُس کی ذات سے) صفاتِ ظاہرہ کو دُور رکھنا ہے (اس لئے کہ صفت اور موصوف میں مغائرت ہوتی ہے) ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے۔ جس نے اُس کی توصیف میں ذات کو صفات میں ملایا۔ گویا اُس نے ذاتِ باری تعالےٰ میں دوئی پیدا کی۔ اور جس نے دوئی پیدا کی۔ اُس نے ذاتِ واحد کا تجزیہ کیا (اور اُس کے لئے جزو مانا) اور جس نے تجزیہ کیا اُس نے ذات کو نہ جانا اور جس نے نہ جانا۔ اُس نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔ اور جس نے اشارہ کیا۔ اُس نے اُسے محدود کر دیا۔ اور جس نے اُسے محدود کر دیا اُس نے اُسے گن لیا ...... (ناتمام)

اگر آپ اپنے اثر و رسوخ سے اس ماہنامہ معارف اسلام کا صرف ایک خریدار مہیا فرمائیں تو چند ہی ماہ میں اس مفید اور پُر اثر جریدہ کی اشاعت دوگنی ہو سکتی ہے جس سے حلقۂ تبلیغ بھی بڑھ جائیگا اور تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ سے زیادہ افراد مستفید ہو سکیں گے۔ ادارہ کی مالی حالت بھی مضبوط ہوگی۔ (ادارہ)

منظومات

مدحتِ سرکارِ ابوطالب علیہ السلام

(سید احسن عمرانی مدیر اعزازی معارف اسلام)

نہ ہو حاصل جسے دُنیا میں عرفانِ ابوطالبؑ
وہ پہچانے خدا کے واسطے شانِ ابوطالبؑ

جو کر ڈالے بیاں اک شعر میں شانِ ابوطالبؑ
وہ ہے اس دَور کا اختر ثنا خوانِ ابوطالبؑ

نبیؐ وقت ہوتے ہیں امامؑ عصر ہوتے ہیں
جو پل جاتے ہیں بچے زیرِ دامانِ ابوطالبؑ

محمدؐ سے نہیں پیار جسے کوئی بھی دنیا میں
دلیلِ دینِ ایماں ہے یہ اعلانِ ابوطالبؑ

جلیں اپنی بلا سے جلنے والے آگ میں اپنی
بنیں ایندھن جہنم کا حریفانِ ابوطالبؑ

پڑا ہے وقت کوئی جب بھی توحیدؐ رسالتؐ پر
نظر آتے ہیں میداں میں جوانانِ ابوطالبؑ

قسم ربِّ دو عالم کی یہ اک واضح حقیقت ہے
ابھی تک جاری و ساری ہے فیضانِ ابوطالبؑ

ابوطالبؑ کی خدمت سے ہو کوئی منحرف لیکن
بھلا سکتا نہیں اسلام احسانِ ابوطالبؑ

میسر حشر میں ہو گا لوائے حمد کا سایہ
چلے آؤ ابھی سے زیرِ دامانِ ابوطالبؑ

نہیں خاطر میں لاتے قیصر و کسریٰ کی شاہی کو
غلامانِ شہِ مرداں گدایانِ ابوطالبؑ

محمدؐ کی حفاظت نصرتِ اسلام ہی کرتا
رہا ہے زندگی بھر احسن ایمانِ ابوطالبؑ

حسینؑ اور کعبہ

(نتیجۂ فکر جناب کبیر انور جعفری مدظلہ)

(حسبِ فرمائش جناب خوشدل خاں صاحب آفیسر خزانہ جھنگ)

خِ سیاہ سے پردہ اُٹھا دیا تُو نے — شبِ حیات کو روشن بنا دیا تُو نے
یامِ عشقِ حقیقت سُنا دیا تُو نے — خدا کی ذات سے خود کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

یمِ عشق کی تعمیر بھی تجھی سے ہوئی — اُصولِ فقر کی تدبیر بھی تجھی سے ہوئی
لاؤ کرب کی تفسیر بھی تجھی سے ہوئی — غمی کو عیش کا نغمہ بنا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

ہانِ زیست کی نشو و نما تجھی سے ہوئی — حیاتِ چشم کی آبِ حیا تجھی سے ہوئی
بہارِ خلدِ بریں کی بقا تجھی سے ہوئی — کمالِ حسنِ وفا کو بڑھا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

سینؑ! تیرے ہی دم سے ہے کائناتِ وفا — تجھی سے زندہ ہے شہرتِ دشتِ کربلا
ی کی شان بھی تُو بے زباں بھی اصوحِ ثنا — تمام دہر کو در پہ جھکا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

تاجِ عشق بھی تُو ہے، کمالِ حسن بھی تُو — حجابِ شوقِ مشیت، جلالِ حسن بھی تُو
نمازِ حق و صداقت، وصالِ حسن بھی تُو — رہِ حقیقت سے دل کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

سوارِ شہرِ نبوت بھی تُو نماز بھی تُو — شہیدِ فطرتِ انساں، نیاز و ناز بھی تُو
خوشی کا باب اگر ہے تو جاں گداز بھی تُو — اجل سے اپنی خوشی کو ملا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

نگاہِ موت سے کھیلا تو مُسکراتا ہُوا — جھلستی ریت پہ ٹہلا تو لہلہاتا ہُوا
اجل کی آنکھ سے آنکھوں کو بھی لڑاتا ہُوا — جنابِ انورؔ کے دل کو رِجھا دیا تُو نے
حسینؑ کعبے کو کعبہ بنا دیا تُو نے

حق آگہی

(فکرِ بلند حضرت علامہ سید سہیل بنارسی لاہور)

حسینؑ حسنِ شہادت کی دلکشی لائے
جو بے نیازِ فنا ہے وہ زندگی لائے

سرِ فسانہ ہے ذبحِ عظیم کی آیت
منیٰ کی شان منیٰ کی بہار بھی لائے

یہ حوصلہ تھا اجل آشنا بہترؑ کا
خیالِ آب نہ ہنگامِ تشنگی لائے

رہِ خدا میں لٹانے کو دولتیں اپنی
پلا ہو گود میں زہراؑ کے جو وہی لائے

بیاضِ صبحِ شہادت ہے آیتِ قدرت
مجالِ شب نہیں ایسی سحر کبھی لائے

زہے ثباتِ قدم ناز کرتی ہے قدرت
حسینؑ نذر کو جب نذرِ آخری لائے

خزاں نصیب بیاباں ہے غیرتِ جنت
ہوائے تیغ کے جھونکے عجب تری لائے

فضائے جور میں دم گھٹ رہا ہے ظلمت کا
حسینؑ زیرِ عبا کیسی روشنی لائے

زمانہ دے گا زمانے کو فکر کی دعوت
لے زبان کا ایسا اگر دھنی لائے

جدا زمانے سے انداز تھا شجاعت کا
سپر نہ کوئی دمِ تیر افگنی لائے

رہے جہانِ فنا میں یہ درس گاہ تھا
حسینؑ ایسا نصابِ حق آگہی لائے

سہیلؔ اس حق و باطل کی آزمائش میں
حسینؑ لائے بھرے گھر کو یا نبیؐ لائے

غمِ حسینؑ

(از صوفی فضل الدین فدا، ایم کرنی لاہور)

آنکھوں کا نور قلب کی راحت غمِ حسینؑ
دونوں طرح ہے جلوۂ رحمت غمِ حسینؑ

اللہ کی ہے خاص عنایت غمِ حسینؑ
سو نعمتوں کی ایک ہے نعمت غمِ حسینؑ

ذوقِ جہاد و شوقِ شہادت غمِ حسینؑ
عنوانِ ارتقائے شجاعت غمِ حسینؑ

باطل کی سرخوشی سے بغاوت غمِ حسینؑ
حق کیلئے ہے زندہ حقیقت غمِ حسینؑ

پُر نور شاخ شاخ معطر ہے برگ برگ
رنگِ بہارِ باغِ حقیقت غمِ حسینؑ

بخشی ہے جس نے منزلِ عرفان و آگہی
وہ ہے چراغِ راہِ حقیقت غمِ حسینؑ

دنیا کے مال و زر سے کیونکر ہو بے نیاز
مومن کو ہے خزینۂ عظمت غمِ حسینؑ

سازِ حیات، سوزِ طلب، رونقِ نظر
اقلیمِ عشق کیلئے دولت غمِ حسینؑ

آنکھوں کو بخشتا ہے شریعت کی روشنی
دل کیلئے ہے نورِ حقیقت غمِ حسینؑ

دیتا ہے سب کو عظمتِ کردار کا سبق
فوز و فلاح کی ہے بشارت غمِ حسینؑ

ہر مجلسِ حیات میں کرتا ہے روز و شب
تجدیدِ احترام و عقیدت غمِ حسینؑ

میرے لئے ہے راہِ تمنا میں اے فدا
مینارۂ جمالِ صداقت غمِ حسینؑ

فضائلِ رسالتمآب ﷺ

(از قلم سید کاظم رضا بخاری مدظلہ
بھوگیوال)

معلمِ قرآن بہ نگاہِ قرآن

اسلام کی نعمت ہر زمانے میں دو ہی ذرائع سے پہنچی ہے۔ ایک اللہ کا کلام اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کی شخصیتیں جن کو اللہ نے نہ صرف اپنے کلام کی تبلیغ، تعلیم اور تفہیم کا واسطہ بنایا بلکہ اس کے ساتھ علمی قیادت و راہنمائی کے منصب پر بھی مامور کیا تاکہ وہ کلام اللہ کا ٹھیک ٹھیک منشا پورا کرنے کے لئے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کریں اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نظام کو سنوار کر اس کی تعمیر صالح کر دکھائیں۔

یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسی لازم و ملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی کو کسی سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا اور نہ ہی وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکا کتاب کو نبی سے الگ کر دیجئے تو وہ ایک کشتی بے ناخدا کے بغیر جسے لے کر اناڑی مسافر زندگی کے سمندر میں کتنے ہی بھٹکتے پھریں منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور دین کو خدا سے الگ کر دیجئے تو خدا کا راستہ پانے کے بجائے آدمی ناخدا ہی کو خدا بنا بیٹھتا ہے۔ قرآن اور محمد دونوں چونکہ ایک مشن رکھتے ہیں ایک مقصد و مدعا کو لئے ہوئے آتے ہیں اس لئے ان کو سمجھنے کا انحصار اس پر ہے کہ ہم ان کے مشن اور مقصد و مدعا کو کس حد تک سمجھتے ہیں۔ اس چیز کو نظر انداز کر کے دیکھئے تو قرآن عبارتوں کا ایک ذخیرہ اور سیرت پاک واقعات و حوادث کا ایک مجموعہ ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور سیرتِ محمدی دونوں بحر ناپیدا کنار ہیں۔ کوئی انسان چاہے کہ ان کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کرے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ جس چیز کی کوشش کی جا سکتی ہے تو آدمی ان کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل کرے اور ان کی مدد سے روحِ دین تک رسائی پائے، کیونکہ

از یک آئینی مسلمان زندہ است
پیکر ملت ز قرآن زندہ است

یہ ایک نہایت بنیادی بات ہے جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے کہ نبی کوئی نئے نبی نہیں ہیں بلکہ جماعت انبیاء کے ایک فرد اور اس سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں جو ابتدائے آفرینش سے لیکر آپ کی بعثت تک جاری رہا اور جس میں ہر قوم اور ہر زمانہ کے انبیاء و رسل شامل ہیں قرآن حکیم نبوت و رسالت کو کسی ایک ذات کسی ایک ملک یا ایک قوم سے مخصوص نہیں کرتا بلکہ وہ صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ اللہ نے ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ میں ایسے مقدس نفوس پیدا کئے ہیں جنہوں نے انسان کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دی ہے اور گمراہی کے برے نتائج سے ڈرایا ہے۔

سورہ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔ اے ہم صرف قبر کے مردوں کو سنانے والے نہیں تم صرف آگاہ کر دینے والے ہو اور ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

غرض رسول کی دعوت وہی دعوت ہے جس کی طرف ابتدائے آفرینش سے ہر داعی حق بلاتا رہا ہے۔ اور آپ اسی دین فطرت کی تلقین کرتے ہیں جس کی تلقین اللہ کا ہر نبی اور رسول کرتا رہا۔ دوسرے الفاظ میں قرآن کو بھیجنے والے نے اس کے لانے والے سے صرف اتنی ہی خدمت نہیں لی کہ وہ اس کی آیات کی تلاوت کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے بلکہ اس نے اسی رسول پاک کے ذریعے سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

قرآن کی یہ تصریحات اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتی کہ محمد پچھلے پیغمبروں میں سے کسی کی تکذیب یا کسی کے لائے ہوئے پیغام کی تردید کرنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اس لئے آئے تھے کہ اس سچے دین کو جو اول دن سے تمام قوموں کے پیغمبر پیش کرتے چلے آئے تھے بعد کے لوگوں کی آمیزش سے پاک کر کے پھر پیش کر دیں۔

سورہ النحل میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے پرہیز کرو۔

کتاب اللہ سے مراد اللہ کے فرمان اور ارشادات کو جن کا قول سنا دیتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قوموں کے اخلاق اور ان کی زندگی کو بری صفات، بری رسوم اور برے طریقوں سے پاک کیا جائے۔

سورہ النساء میں ارشاد ہو رہا ہے۔ اے محمدؐ ہم نے تم پر حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ تم اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر فیصلہ کرو۔

یہ درحقیقت لازمی امر ہے کہ نبوت محمدیؐ کی عالمگیری اور ابدیت اور تکمیل دین کا، چونکہ قرآن کی مذکورہ بالا تصریحات کی رو سے محمدؐ کی نبوت تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے نہ کہ ایک قوم کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے نہ کہ ایک زمانہ کے لئے آپ کے ذریعہ وہ کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جس کے لئے دنیا میں انبیاء کے آنے کی ضرورت تھی اور دنیا کے سامنے اللہ کے کلام اور اللہ کے رسولؐ کا اسوۂ حسنہ اس طرح پیش کر دیا گیا کہ وہ ہر قسم کی تہبیس و تحریف سے پاک ہے اب صرف یہ ضرورت باقی ہے کہ اس سے علم حاصل کیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

یہ تیری عظمتیں یہ تیری نکہتیں ہمارے نبیوں کے سردار صلی علیٰ
رہبر راہ حق مظہر نور خدا پیکر حسن انوار صلی علیٰ

حضور سرکار دو عالمؐ پر لاکھوں درود و سلام آپ کو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنایا آپ پیغمبر خدا، ہادی برحق، سرور کائنات، فخر موجودات، محسن انسانیت، معلم آدمیت بنا کر بھیجا۔

مرحبا سید کی مدنی العربی دل و جان باد فدایت
چہ عجب خوش لقبی

آپ دنیا میں تشریف لائے تو دنیا ایک بتکدہ تھی دنیا کے بت کدے میں خدا کا پہلا گھر جسے اللہ کے حکم سے حضرت خلیلؑ نے تعمیر کیا تھا بعثت محمدیؐ سے پہلے لوگ بدی کی مسموم فضا میں پل رہے تھے احترام آدمیت فنا ہو چکی تھی فسق و فجور عام تھا۔ آدمی کا آدمی دشمن تھا بت پرستی تھی لوگ صراط مستقیم سے بھٹک چکے تھے۔ آپ کے آنے سے گمراہی ختم ہو گئی اور جیسی مکمل ہدایت آگئی اس سے پہلے کبھی نہ تھی ۔

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

آپ نے لوگوں کو دعوت حق دی اللہ کا پیغام سنایا۔ پرہیزگاری کی فضیلت سمجھائی اور ان کے دلوں کو اسلام اور اسلام کی محافظت اور مساوات کے مضبوط بندھنوں سے جوڑ

دیا وہ بھائی بھائی بن گئے۔ یعنی فرد کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوئی انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی کا نظام سنورتا چلا گیا۔ اور اسلام رگ و پے میں سما گیا۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایک متحرک انقلاب کیا۔ یہ اسی کا فیضان تھا کہ اہل عرب اسلام کی عظمت پر کمربستہ تھے۔ لیکن جہاں تک اس معلم قرآن حضور رحمۃ للعالمین کی سیرت طیبہ کے کمال اور اس کی جامعیت کا تعلق ہے تو اسے دوست تو دوست کفار اسلام کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ سیرت محمدؐ انسانیت کے جمال و کمال کا آخری نقطۂ ارتقاء ہے۔ تاریخ کے کسی بھی دور میں کمال و جامعیت سے بھرپور ایسی مثالی زندگی کسی دوسری شخصیت کی ہرگز نہیں دکھائی جا سکتی۔

وہ ہیں مخلوق میں سب سے حسین تخلیق خالق کی
خدا کی سب خدائی میں نہ ان سا دوسرا دیکھا

پہلی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ سیرت مصطفویؐ عام معنی کے اعتبار سے نہ صرف ایک کتاب تھی اور نہ محض ایک شخصی سوانح عمری بلکہ اس کے برعکس یہ سیرت پاک ایک مکمل تحریک تھی۔ جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں پر محیط تھی۔

آپ کی زندگی ان دو لفظوں کی تصویر تھی۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ حضورؐ کی زندگی میں قرآن تھی۔

سر ولیم میور فرماتے ہیں۔ سیرت طیبہ ایک روشن چراغ کی مانند ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس شمع نور سے جگمگاتا رہے گا۔

قرآن حکیم نے سب سے پہلے جس مسئلے کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت محمدؐ کا بچپن حضرت ابو طالب کے ساتھ گزرا۔ جس کے اقوال و افعال اور خصائل و شمائل کی عملی تصویر حضورؐ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس برگزیدہ ہستی کا شمار ان کی تمام شخصیت پر نمایاں سے ہے وہ ذاتی ہستی ہیں جس کے تحت جگر میں آئے کائنات حضرت علیؓ ہیں۔ اور ان کو حضرت فاطمہؓ جیسی زوجہ ملی اور حسنؓ و حسینؓ جیسے بیٹے ملے جن پر پوری کائنات کو ناز ہے۔ بیدم وارثی فرماتے ہیں ۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰؐ علیؓ

حاصل کلام یہ ہے کہ انسانی فطرت کی جملہ مقتضیات کا پیکر رسالت کے جامہ مقدس میں آتا ہے رسولؐ ہی کے وجود سے انسانیت کا ایک ایک پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے رسولؐ ہی کے وجود سے انسان انسانیت کے جملہ اوصاف سے متصف ہو کر انسان بن جاتا ہے اگر رسالت کا وجود صفحۂ ہستی پر نہ ہوتا تو موجودہ فطری انداز سے کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانیت کے اصول وضابطہ یا متصف انسان کے تکوین بھی شاید نہ ہوتی۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما

اللہ نے قرآن میں حضورؐ کا نام لے کر نہیں پکارا بلکہ صفت کا ذکر کیا ہے۔ جیسے یاایھا النبیؐ۔ یاایھا الرسول۔ یاایھا المدثر۔ یاایھا المزمل۔ حضورؐ کا ادب رکن ایمان ہے حضورؐ کی گستاخی کفر، حضورؐ تمام دنیا کے لئے نبیؐ ہیں۔ حضورؐ مراد النبی کے مبین ہیں حضورؐ قرآن کے جانشین ہیں۔

نور وحدت سے ہے منور قلب ونظر کا گوشہ گوشہ
ناز ہے یہ فیضان محمد صلے علیہ وآلہٖ وسلم

حضورؐ نے انسانی زندگی کے لئے ایک ضابطہ حیات پیش کر کے جس معاشرتی نظام کی بنیاد ڈالی ہے اس کا مرکزی اور کلیدی کارپرداز وہی مردِ مومن اور مردِ کامل ہے۔ جس کو حیدر کرار کہتے ہیں۔ یہ وہی مردِ مومن ہے۔ جس کا لال میدان کربلا میں بہتر جانثاروں کے ساتھ شہید ہو گیا۔

نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

سیرت مصطفویؐ کے ساتھ ہمارا تعلق محض علمی اور ذہنی ہی نہیں قلبی اور روحانی بھی ہے ہماری دنیا اور آخرت دونوں کی اصلاح وتکمیل اقتدائے سیرت پر منحصر ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے پیغمبر اسلام کی سیرت اور سنت کو ہمارے لئے ایمان اور عقیدہ قرار دیا۔ قرآن حیات رسولؐ کا مبین ہے اور حیات رسولِ قرآن کی مبین۔ قرآن اللہ سیرت النبی کی تفسیر ہے اور سیرت النبی اللہ کی تفسیر ہے

(بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

شخصیات اسلامیہ

از مولانا سید ظہیر الحسنین صاحب قبلہ لاہور

حضرت ابو طالب علیہ السلام

ع
کی وفا ہم نے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

آج آدھی دُنیا ایسی ہے جو مسلمان نہیں لیکن کسی شخصیت کو بھی یہ کہہ کر ہدف ملامت نہیں بنایا جاتا کہ اُس نے کلمہ نہیں پڑھا۔ مگر نہ معلوم کیوں اور کس لئے۔ حضرت ابوطالبؑ کے متعلق بار بار کہا اور لکھا جاتا ہے کہ اُنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

ایک طرف تو حضرت ابوطالبؑ اُس علیؑ کے باپ ہیں جس نے کلمہ پڑھوانے کیلئے اور کلمہ پھیلانے کیلئے اور کلمہ قائم رکھنے کیلئے کُشتوں کے پشتے لگائے ہیں۔ اس لئے وہ دشمنانِ اسلام کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ دوسری طرف یہی حضرت ابوطالبؑ ہیں جن کے زیرِ سایہ حضرت رسول اکرمؐ پروان چڑھے۔ سرکار ابوطالبؑ نے کٹھن سے کٹھن وقت میں رسالتمآبؐ کو بچایا۔ ان کیلئے مال، اولاد، وجاہت حکومت سب ہی کی تو بازی لگا دی۔ اگر عام مسلمانوں کو واقعی اسلام سے محبت ہوتی تو وہ حضرت ابوطالبؑ کا نام نہایت احترام سے لیتے ان کے گُن گاتے احسان مند ہوتے۔ لیکن اسلام میں اکثریت تو اُن کی تھی جو جان بچانے کیلئے اسلام لائے تھے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے مذہب تو بدل دیا۔ مگر اپنے خیال پر جُوں کے تُوں ڈٹے رہے۔

ابنِ خلدون نے اپنے مقدمے میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں "عوام الناس مذہب تو تبدیل کرتے ہیں۔ لیکن اپنی سابقہ روایات کو نہیں بدلتے۔ جب خدا وند عالم نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نُور پُر نُور حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت مبارک و مطہر میں رکھا تو اُن کی پیشانی یکایک چمک اُٹھی۔ اُنگلیوں سے نُور کے چشمے

پھوٹ نکلے۔ حضرت ابو البشر نے حیران ہو کر پوچھا پالنے والے یہ کیا "۔ ارشاد قدرت ہوا۔ "ہم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نور تمہاری پشت میں ودیعت فرمایا ہے"۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبد المطلب تک یہ نور ایک ساتھ رہا۔ بعد ازیں اس نور کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حضرت ابو طالبؑ کی طرف منتقل ہوا جس سے امیر المومنینؑ یعسوب الدین کی ولادت باسعادت ہوئی۔ دوسرا نور کا ٹکڑا حضرت عبداللہ کی طرف گیا جس سے غایت عالم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ظہور فرمایا۔ اسی امر کی تصدیق احادیث رسولؐ سے بھی ہوتی ہے۔

انا و علی من نور واحد　(ترجمہ) میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں

ارشادِ قدرت ہے " وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (ترجمہ) اور ہم نے تم کو سجدہ گزاروں کی پشت میں رکھا۔ (پارہ ۱۹ سورہ النمل رکوع ۱۵ آیہ ۲۱۹)

یہ پیش نظر رکھئے کہ تخلیق کی دو قسمیں ہیں۔ عالم امری، عالم خلقی۔ عالم امری سے انبیاء والمرسلین کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور یہ دنیاوی تخلیق کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تو تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔

اسی اسلام کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اسلام عوام الناس کا ہے۔ جس میں کلمہ کی پابندی ہے۔ اور دوسرا اسلام وہ ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت طیبہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ (ترجمہ) اے پالنے والے ہم دونوں باپ بیٹوں کو فعلیت اسلام پر باقی رکھنا۔ اور ہمارے اولاد کو بھی اُمت مُسلمہ بنائے رکھنا۔ یعنی قرآن تو یہ بتا رہا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کا اسلام عام اسلام نہیں جس کے لئے کلمہ کا زبان پر جاری ہونا ضروری ہے۔ معترض کو چاہئے پہلے اپنے اسلام اور کردار کو دیکھ لے۔ اس کے بعد حضرت ابو طالبؑ پر زبان اعتراض کھولے۔ جس طرح وہ روزہ دار جس نے کبھی بھول چوک کر روزہ رکھا ہو۔ عموماً دوسروں سے پوچھا کرتا ہے کہ آج تم نے روزہ رکھا ہے کہ نہیں۔ دراصل وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ اسی طرح فتح مکہ بعد جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھنے والا ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تو کلمہ پڑھا لیا ہے۔ تاکہ

اس کی جان خطرے میں نہ پڑے۔ بھلا جن کا مرنا جینا اسلام کے لئے ہو۔ اُن کو اِس پروپیگنڈے کی کیا ضرورت ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پرورش پائی لیکن اس کے باوجود اپنی والدہ گرامی ہی کا دودھ پیا۔ آسیہ زن فرعون نے مختلف قوموں، قبیلوں کی دائیاں بلائیں۔ ان کا دودھ پلانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ بہتیرے جتن کے پاپڑ بیلے۔ مگر سب بیکار۔ حضرت موسیٰ نے ان میں سے کسی کا دودھ پینا تھا اور نہ پیا۔ مگر جب خواہر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب آسیہ سے ایک شریف اور ہمدرد دائی کا تذکرہ کر کے اپنی ہی والدہ کو بلا لیا۔ تو موسیٰؑ بلا تکلف دودھ پینے لگے۔
خداوند عالم نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر سے تمام سائے اُٹھا لئے۔ باپ کا سایہ پیدائش ظاہری سے پہلے ہی اُٹھ چکا تھا۔ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ ابھی چند سال کے تھے کہ دادا بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ناظرین! جانتے ہیں کہ از روئے شریعت صرف باپ اور دادا ہی بچے کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ماں کو بھی عرف عام میں سرپرست مانا جاتا ہے۔ اس بنا پر مکمل یتیمی کا تصور اُس وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب نہ ماں ہو نہ باپ اور نہ دادا۔ فرض رسالت مآبؐ مکمل یتیم تھے۔ خداوند عالم اپنے کلام بلاغت نظام میں فرما رہا ہے۔
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (پ سورہ والضحیٰ آیت) ترجمہ: ہم نے تم کو یتیمی میں پناہ دی۔ اور سب جانتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اکرم کو حضرت ابو طالبؑ ہی نے پناہ دی۔ ان کی پناہ کو خداوند عالم نے اپنی بتائی۔ اور یہ ایک مسلّم اصول ہے کہ پروردگار عالم معصوم کے فعل کے سوا کسی کام کو اپنا کام نہیں فرماتے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام معصوم عن الخطا تھے۔۔۔ (باقی جاری)

یادِ رفتگان

از جناب سید انور حسین شاہ صاحب
ریٹائرڈ تحصیلدار۔ وزیر آباد

موجِ دودِ آہ

ضیغم اسلام علامہ مرزا احمد علی اعلی اللہ مقامہ سے ہمارے خاندان کے بڑے دیرینہ مراسم تھے۔ عزیزوں سے بڑھ کر تعلقات تھے۔ غمی و خوشی کے ہر موقع پر شرکت لازمی تھی۔ ہمارے جد امجد سید غضنفر علی شاہ مرحوم کے وقت سے یہ راہ و رسم تھی۔ اللہ کے فضل سے ہمارے اجداد جہاں کہیں بھی رہے۔ مذہبی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔ مساجد اور امامباڑوں کی تعمیر ان کا معمول رہا۔ سرکاری ملازمتوں کے سلسلے میں جہاں کہیں بھی تعینات رہے۔ وہیں مذہب کی طرح ڈالتے رہے اور عزاداری ائمہ ھدیٰ کے فروغ کے لئے ہمیشہ سعی فرماتے رہے امامباڑہ کلاں فیروز پور اور امامباڑہ خیمہ سادات لاہور انہیں کی یادگاریں ہیں۔

میرے اب وجد سب ہی سرکار علامہ مرزا ئے مرحوم کے بڑے ہی قدر شناس تھے۔ اس لئے میں بھی بچپن سے ہی ان سے متعارف تھا۔ ان کی شفقتِ بزرگانہ نے میرے دل کو موہ رکھا تھا اور میں ہمیشہ اپنے آپ کو ان کا روحانی بیٹا ہی سمجھتا رہا۔

دنیا اچھی، دین اکمل

علامہ موصوف نہایت ذہین و فطین اور ہوشیار و زیرک اور جسور و غیور اور عالم فاضل تھے۔ ان کے نام کے ساتھ علامہ واقعی زیب دیتا تھا۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا امتزاج سونے پر سہاگہ تھا امرتسر کے وہابی مدارسِ عربی میں تقیہ کی حالت میں عربی و دینی علوم حاصل کئے۔ اہلحدیث کے مدرسہ و مسجد میں مولوی ثناء اللہ سے بھی عربی تعلیم حاصل کی۔ ان سے معاملہ عجیب تھا۔ عربی ان سے پڑھتے مگر انگریزی ان کو پڑھایا کرتے تھے۔ دینی مدارس سے ذکوئی گزارہ الاؤنس یا امدادی وظیفہ کبھی پایا اور نہ ہی مدرسوں کی روٹیوں پر کبھی رہے بلکہ بڑے مصائب سے علم دین حاصل کیا مگر مرحوم کی دقت پسند طبیعت نے اسے راحت جان جانا۔ اور بہر نوع عربی و دینی علوم میں دستگاہ حاصل کرلی۔

اس عہد میں مسلمانوں میں مروجہ مغربی تعلیم عام نہ تھی۔ اور پھر ملازمت کے دروازے تو ان پر بالکل بند تھے۔ مگر علامہ حکیم اسلام (نور اللہ مرقدہ) کو اس تعلیم میں بھی خاصہ شغف رہا۔ اور اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے آپ ملٹری اکاؤنٹس میں ملازم ہو گئے۔ جہاں ہندوؤں سے مقابلہ ہو گیا۔ مقابلہ ہندو سے اور وہ بھی حساب و محاسبہ میں۔ کریلا وہ بھی نیم چڑھا۔ مگر مرزا نے مغفور نے بڑا کڑا مقابلہ کیا۔ علامہ موصوف نے اکاؤنٹس اور آڈٹ میں بھی خوب جوہر دکھائے اور دفتری ایفی شینسی (EFFICIENCY) اور محکمانہ امتحانات میں امتیازی پوزیشن لیتے رہے۔ اور منازل ترقی طے کرتے ہوئے سرکاری ملازمت کے زینہ پر بفضل تعالیٰ بہت اونچے چڑھتے گئے۔

علامہ مرحوم نے ہر سبیل سے خود کفیل زندگی بسر فرمائی۔ ملازمت اور افسری کے کچھ رکھ رکھاؤ ہوتے ہیں۔ مگر موصوف میں فقر و تہد کا عنصر ہمیشہ غالب رہا۔ اور ہندوؤں سے میل ملاپ میں طہارت کا خاص خیال فرماتے۔

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

دورانِ ملازمت فرصت کی ہر گھڑی کو تبلیغ مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ میں بدل و جان صرف فرماتے رہے۔ سخت سے سخت مناظرہ و مجادلہ میں بے دھڑک قدم رنجہ فرماتے رہے۔ مگر سرکاری ملازمت کے نازک آبگینے کو کسی طور ٹھیس نہ آنے دی۔ جن کے متعلق شاعر قلت کے قول تھے "دین ملائی سبیل اللہ فساد" اور "تفریق اُمت جن کا مقصود"۔ ان مفسد قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہا۔ اور فی الواقع کئی مقامات پہ فسادات بھی رونما پذیر ہوا کئے۔ مگر علامہ موصوف کی ملازمت پہ کبھی کوئی حرف نہ آیا۔ اور نہ ہی کبھی کسی جگہ مرحوم کو خراش وجراحت ہوئی۔ اس عہد کے بڑے بڑے مناظرہ میں آپ ہی میر مناظرہ ہوتے رہے۔ کامیابی آپ کے قدم چومتی۔ مخالفین ہمیشہ زک کھاتے اور شکستِ فاش کا منہ دیکھتے۔ علامہ مرحوم کی طبیعت بڑی جلالی جوشیلی اور انداز بڑا غضنفرانہ ہوا کرتا تھا۔ حق کی طرفداری خود ہی دلیر بنا دیتی ہے مگر جوش کے وقت ہوش پوری طرح قرار و قابو میں رکھتے اور عدوئے اہلبیت کی گرفت کرتے ہوئے پنجۂ سخت کو کام میں لاتے۔ ؎

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار شمشیر کی مانند ہے بُرندہ و بُراق

مناظر بے بدل

ہمارے دادا مرحوم سید غضنفر علی شاہ کیریاں ضلع ہوشیارپور میں سرکاری تعینات پر تھے۔ آپ نے وہاں امامباڑہ مع متعلقہ جائیداد وقف کیا۔ ان کی سربراہی میں اس مقام پر ضیغم اسلام علیہ الرحمۃ اور مولوی عبد الشکور کاکوروی لکھنوی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ عیسائی پادری عبدالحق صدر اور منصف ٹھہرائے گئے۔ دو دن مناظرہ ہونا طے پایا تھا۔ مگر فولاد بازو ضیغم اسلام کے ٹھوس اور فولادی دلائل کی زد اور رد نے اسے پہلے ہی دن نڈھال کر دیا۔ اور دوسرے روز سر کار مرزا کا لوہا مانتا ہوا وہ کوہاٹ کی طرف راہ فرار اختیار کر گیا۔ آپ قبلہ نے کتابوں کا گٹھڑ اٹھوا کر اس کا تعاقب فرمایا۔ اور بھاگتے کو پکڑ پکڑ کر ابلاغ حق کیا۔ اور کھینچ کھینچ کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ مگر وہ نجدی پھولی سانس کے ساتھ بھاگتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ لکھنؤ جا کر دم لیا۔

میرے والد میر خورشید حسین مرحوم و مغفور کی نگرانی میں دو مناظرے ہوئے۔ فیروزپور کی انجمن تذکرۃ المعصومین نے انتظام کیا۔ اور یہ دونوں مناظرے بھائی کا باڑہ اور گورو ہر سہائے ضلع فیروزپور کے مقامات پر میری ہوش میں ہوئے۔

(۱) مناظرہ بھائی کا باڑہ کی مفصل روئیداد مناظرہ نمبر اخبار درنجف ۱۹۲۳ء میں اور پھر رسالہ منتظر اتحاد میں چھپی۔

بھائی کا باڑہ ضلع فیروزپور (بھارت) میں ایک گاؤں تھا۔ گاؤں کے مالکان سکھ تھے۔ کچھ گھر مسلمانوں کے تھے۔ جن میں ایک گھرانہ شیعہ مسلک اختیار کر گیا۔ یہ مسلمان سکھوں کے ساتھ تو رس بس کر رہتے تھے۔ مگر انہوں نے اس شیعہ گھرانے سے سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، گل بات، لین دین اور حقہ پانی اور رشتہ ناطہ سب بند کر دیا گویا ترک تعلقات مکمل کر لئے۔ اور یہ سب علاقہ کے ملاں کے اکسانے پر تھا۔ وہ شیعہ بیچارہ جگراؤں پہنچا اور ارسطو جاہی مدرسہ فکر کے علماء آقائی سید مرتضیٰ حسین بن شریف العلماء ابن ارسطو جاہ اور ان کے شاگرد رشید آقائی سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہم کو صورت حالات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے تذکرۃ المعصومین کو لکھا۔ اور علامہ ضیغم اسلام کا پتہ دیا۔ غرضیکہ پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری مدظلہ العالی (موگا) نے شرائط مناظرہ طے فرمائیں۔ مناظرہ سے قبل آس پاس کے اور دور دراز کے مومنین اور علماء امامباڑہ کلاں یعنی امامباڑہ

غضنفر علی شاہ فیروز پور میں جمع ہوئے۔ پھر جلوس کی شکل میں مناظرہ گاہ کی طرف گئے۔ عجب شان تھی۔ گاؤں بھائی بانڈہ میں جا کر خیمہ زن ہوئے۔

اس مناظرہ کی خصوصیات یہ تھیں :۔

(۱) علمائے شیعہ میں زہد کے مجسمے اور تقویٰ کے پیکر حضرات شامل تھے۔ فاضل اجل استاذ العلماء سید محمد باقر۔ مروّج دینِ مبین مولانا سید مرتضیٰ حسین ارسطو جاہی۔ فخر الواعظین مولانا سید محسن علی شاہ سبزواری۔ مبلغ لاثانی مولانا سید غلام علی شاہ۔ حافظ بے بدل حافظ احمد اور احسن المناظرین ابو الصفاء علامہ مرزا احمد علی الامرتسری اعلی اللہ مقامہم کے علاوہ مولانا محمد لطیف انصاری اور مولوی عنایت علی شاہ مرحوم شامل مناظرہ تھے۔

(۲) اہلسنت کی طرف سے بارہ تیرہ مولوی صاحبان تھے۔ جن کے چیدہ چیدہ مولوی محمد مسعود۔ ملا نظام الدین ملتانی اور قاضی فضل الرحمٰن تھے۔

(۳) ثالثانِ مناظرہ سکھ صاحبان تھے۔

سارا دن مناظرہ کا میدان گرم رہا۔ اہلسنت کی طرف سے مولوی محمد مسعود اور شیعوں کی طرف سے علامہ ضیغم اسلام میرزا مناظرہ ٹھہرے۔ گرما گرم بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ شام کے قریب مخالفین نے راہ فرار اختیار کی۔ اہل تشیع نے میدان میں ہی ظہرین کی نماز با جماعت ادا کی۔ غیر مسلم عربی دان ثالثانِ مناظرہ نے اپنا یہ فیصلہ علی الاعلان سنایا۔ "ہم متفقہ طور پر ثالث مقرر ہوئے۔ ہمارے روبرو فریقین کے نمائندہ مولوی صاحبان نے بحث کی۔ ہم فیصلہ دیتے ہیں کہ اس مباحثہ اور مناظرہ میں شیعہ غالب اور مدِ مقابل مغلوب ہوئے۔ ہم موخر الذکر کے گریز اور شکست کا فیصلہ دیتے ہیں۔" (دستخط اتم سنگھ۔ اوکھا سنگھ)

دورانِ مناظرہ جب مسئلہ فدک پر بحث ہو رہی تھی تو شیعہ مناظر مجاہد نے حضرت بی بی فاطمہؑ کے مصائب بعد رسولؐ گنوائے اور کتب اہلسنت سے ان اذیتوں کو دکھلایا جو خاتون جنتؑ نے برداشت کیں اور جن کی خاطر وہ عمر بھر روتی رہیں۔ جس کے باپ نے نام الحزن رکھا اس نے بیت الحزن بنایا۔ واقعہ غضب صدیقہؑ بتلاتے ہوئے سرکار مرزا مرحوم (حشرہ اللہ مع المعصومین) کے انداز اس قدر پر سوز اور دلدوز تھے کہ مومنین داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ اور یوں مجلس مناظرہ مجلس عزا بن گئی۔

اعلان فیصلہ ثالثان کے بعد یہ مظفر و منصور گروہ نعرہ ہائے صلوٰۃ پڑھتا ہوا

جلوس کی شکل اختیار کر گیا۔ نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت اور نعرۂ حیدری گونج گونج گئے، یہ جلوس واپس امام باڑہ غضنفر علی شاہ میں آگیا۔ وہاں مجلس عزا ہوئی جس میں مولانا محسن علیشاہ مرحوم اور علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ نے خطابت فرمائی۔ سرکار مرزا نے مرحوم نے آیۂ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار کی تفسیر فرمائی۔ دوسرے دن صبح فیروز پور چھاؤنی میں قبلہ صاحب نے آیہ مجیدہ محمد رسول اللہ والذین معہ کے عنوان پر لاجواب تقریر فرمائی۔

فیروز پور اور لاہور میں فاتح مناظر علامہ ضیغم اسلام کا بڑا زور دار جلوس نکالا گیا۔ مومنین کا ایک جم غفیر تھا۔ گویا جنود الم تروھا کی یاد تازہ ہو گئی۔

(ب) دوسرا مناظرہ جو میں نے اپنی آنکھوں دیکھا اپنے کانوں سنا وہ گورو ہر سہائے تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور کا تھا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ تمام اطراف و اکناف سے شیعان حیدر کرار جوق در جوق امام باڑہ کلاں میں اکٹھے ہوئے اور پھر جلوس کی شکل میں گورو ہر سہائے پہنچے۔ ہمارے مناظر علامہ ضیغم اسلام جب جلسہ گاہ میں آئے تو عربی لباس زیب تن تھا اور اونٹ پر تن کر سوار بیٹھے تھے

اہلسنت کے بڑے بڑے عمامہ پوش علما تھے۔ تمام علاقے کے عامۃ المسلمین جائے مناظرہ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دوران مکالمہ علامہ مرزا نے مرحوم نے مد مقابل کو لوہے کے چنے چبوائے کہ ہر فولادی استدلال پر اس کا منہ پھیر پھیر گیا۔

علامہ مرزا نے مرحوم کی وہ تقریر آج بھی کانوں میں گونجتی ہے جس میں انہوں نے بتلایا کہ سکھ تعلیمات اسلام کی روشنی سے کس طرح متاثر ہیں۔ اور سکھ مت کے عقائد میں توحید کا کیا مقام ہے۔ گورو ہر سہائے میں سکھ آبادی بہت تھی۔ اور علاقہ کے گورو کے پاس گرو نانک کا وہ چولہ تھا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ سرکار علامہ مرزا صاحب نے اسلام اور سکھ مت میں جو قدر مشترک ہے اس تار کو اس انداز سے چھیڑا کہ سکھ گرویدہ ہو گئے۔ جب مرحوم نے سکھ گروؤں پر مظالم اور اسی دوران میں شیعوں کے مددگار کردار کا ذکر کیا۔ تو مرزا نے مرحوم کی اس زمزمہ دری سے سکھوں نے واہگرو کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔ ادھر شیعان حیدر کرار نے نعرہ حیدری۔ یا علی کی صدائیں بلند کیں۔ عجیب نظارہ دل کشا تھا۔

گاؤں بھر میں ایک گھرانہ شیعہ تھا۔ باقی اوڈ تھے۔ مناظرہ میں علامہ ضیغم اسلام (خدا ان کی قبر کو روشن رکھے) نے مد مقابل کو وہ استدلالی پٹکھنیاں دیں کہ بعد مناظرہ ملاں تنگ نظر کے اکسانے پر اوڈوں نے جماعتِ حق پر حملہ کی نیت سے تعاقب کیا مگر تب تک مومنین گاؤں چھوڑ کر شہر کی سرحدوں میں داخل ہو چکے تھے۔ اس لئے نقض امن کا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔

ان دونوں مناظروں کے نتائج میں گاؤں کے گاؤں حلقہ بگوش مذہب اہلبیت ہو گئے اور سکھوں پر بڑا ہی مفید اثر ہوا۔ یوں برسوں مرحوم کے دم قدم سے دینِ حقہ کی ترویج ہوتی رہی۔

فاتح مناظر ضیغم اسلام نے اسی طرح سینکڑوں مناظرے کئے۔ نفاق کش اور کفر سوز دین پرور اور اتحاد منظر۔ مرحوم کا اس قدر رعب و جلال تھا کہ کئی دفعہ مخالفین صرف ان کا نام سنتے ہی میدان چھوڑ بھاگ جانے کی راہ دیکھنے لگتے تھے۔ نجد کوہی کے پیرو اس اسداللّٰہی غضنفر کے سامنے ٹھہرنے کا کبھی حوصلہ نہ کر پاتے۔ مولوی عبدالشکور لکھنوی تو ایسا بھاگا کہ پھر پنجاب کا رُخ کبھی نہ کیا۔ اپنے استاد شعار اللہ سے عمر بھر میں چار چھ بار ڈٹ کر دو بدو مقابلہ کیا۔ ضیغم اسلام کی گرج سے ہی مخالفین کا رنگ اڑ جاتا اور وہ وَلِيتم مدبرین کی زندہ تفسیر بن جاتے۔ مرحوم کے نام سے فسادی یوں بھاگتے جیسے غلیل سے کوّا اور لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔

عالمِ اجل

خطابت کے میدان میں بھی مرحوم ضیغم اسلامؒ اپنے وقت کے یگانہ تھے۔ اخبار اسد اور سرفراز لکھنؤ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فیض آباد کے سے مرکز محراب و منبر پہ آپ نے بےمثال تقاریر کیں۔ اپنے عہد کے مشہور ترین مقررین خطیب ملک الناطقین سید سبط حسن مرحوم اور مولوی محمد رضا فلسفی مغفور اور مولوی مرتضیٰ حسین مرحوم کی موجودگی میں وہاں علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ نے کٹھن سے کٹھن مضامین پر طبع آزمائی فرمائی۔ وہاں طریقہ یہ تھا کہ منتظمین کی طرف سے منصفین (ججز) مقرر ہوتے تھے جو ہر مقرر کو نمبر دیا کرتے۔ جو پاسنگ مارکس نہ لیتا اس مقرر کو آئندہ سال مدعو نہ کیا جاتا۔ علامہ موصوف علی الاکثر اول رہے۔

میرے والد بزرگوار مرحوم میر خورشید حسین بھٹنڈہ ریاست پٹیالہ میں کسب معاش

کے سلسلے میں رہے۔ وہاں خالص ہندو آبادی میں انہوں نے انجمن اسلامیہ بنائی اور اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ آپ وہاں کل مسلمین میں ہر دلعزیز تھے۔ انجمن کے سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے ہر فرقہ کے علماء بلائے جاتے۔ سرکار خطیب اسلام کو بھی مدعو کیا جاتا۔ اسلام کے عالمگیر نظام پہ تقاریر ہوتیں۔ یہاں مرزا صاحب مرحوم جس قدر پاپولر تھے کوئی دوسرا عالم نہ تھا۔ توحید و نبوت و امامت اور محاسن اسلام پر فاضلانہ وعظ فرماتے اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش فرماتے اور ان کو تجارتی اور اقتصادی حالت کے سنوارنے کی صلاح دیتے۔

پانی پت ضلع کرنال کی سالانہ مجالس میں اپنے وقت کے بہترین مقررین کو مدعو کیا جاتا۔ علامہ موصوف نے حکیم مولوی مرتضیٰ حسین اعلی اللہ مقامہ کے بعد تقریر فرمائی۔ شیعہ شمسی مولوی لقاء علی حیدری اعلی اللہ مقامہ بیساختگی اور وارفتگی کے عالم میں عش عش کرتے پائے گئے۔ واہ واہ کرتے پائے گئے۔

میرے بہنوئی سید اقبال حسین ریٹائرڈ ایس پی انبالہ چھاؤنی میں ملازم تھے۔ وہاں کی مجالس میں مرحوم علامہ مرزا صاحب نے وعظ فرمایا۔ تعلیم یافتہ یوریپین وہندو اور معززان علاقہ بکثرت مجلس میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان انگریزی خواتین کے لئے علامہ خطیب اسلام نے ایک مجلس انگریزی میں پڑھی۔ جو بیحد پسند کی گئی۔

خود میں جہاں بھی ملازمت کے سلسلے میں گیا۔ مرزا صاحب مرحوم کو وہاں کے لئے تکلیف دیتا رہا۔ اور وہ بلا تکلف وہاں آتے رہے۔ عزاداری امام حق چونکہ مجھے ورثہ میں ملی ہے۔ میں جہاں کہیں بھی گیا۔ عزاء امام کا سلسلہ جاری کرتا رہا۔

شروع ملازمت میں میں تربیرہ کے مقام پر متعین ہوا۔ ہم مومنین و مسلمین نے وہاں انجمن اسلامیہ بنائی اور مسلمانوں کا متحدہ جلسہ کروایا۔ ہر فرقہ کے بڑے نامی گرامی خطباء و علماء بلوائے۔ قبلہ مرزا صاحب مرحوم (خدا ان کی روح کو شاد رکھے) نے توحید باری تعالیٰ پر جو تقریر فرمائی وہ بہت ہی کامیاب و لاجواب تھی۔ ہندو وکلا نے بہت سراہا۔ ایک آریہ ہندو وکیل نے کھڑے ہو کر کہا اگر اسلام اور توحید اسلام یہی ہے جو ہمارے نوجوان شیعہ عالم نے پیش کی ہے تو دنیا گواہ رہے کہ میں مسلمان ہوں۔ حیدری نعرے اور جے کارے آسمانوں تک گونج اٹھے۔

یہی دین محکم یہی فتح باب کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب

اسی طرح میں ملازمت کے سلسلے میں دھرمسالہ - گوجرانوالہ - وزیر آباد - شاہدرہ اور شرقپور میں رہا - اور قبلہ صاحب مرحوم کو ہر جگہ وقتاً فوقتاً مدعو کرتا رہا - آپ وہیں وہیں اپنی خطابت کے چرچے چھوڑتے رہے - اور اتحاد بین المسلمین قائم کرتے رہے اور غیر مسلموں کو متاثر کرتے رہے - شرقپور میں بیرونِ در عزاداری کے لئے ماحول مناسب نہ تھا - میں نے احاطہ تحصیل میں مجالس عزا کروائیں - اور علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ نے بڑے دلنشین موعظے دیئے - ان کا اثر یہ ہوا کہ شہر بھر کی زمین عزاداریٔ امام کے لئے ہموار ہو گئی -

میں نے منّتِ مولا مانی تھی کہ اگر میرے اولاد نرینہ ہو گی تو بڑی زور دار مجلس ذکر امام کرواؤں گا - لہذا لڑکا ہونے پر میں نے پاکپتن شریف میں خاص مزار بابا فرید کے سامنے مجلس کروائی - اس کے لئے مرحوم قبلہ صاحب کو تکلیف دی گئی - آپ نے وہاں وہ یادگار موعظہ دیا جو آج تک سر زمین پاکپتن کو یاد ہو گا - وعظ کے خاتمہ پر حضرت مخدوم دیوان صاحب پاکپتن نے فرمایا - کہ انہیں ہمیشہ بلوایا کرو - مقبول ہیں ماشاء اللہ - اور بابا فرید کے مزار پر مجلس کی دعوت دی -

حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ علیہ الرحمہ نے تمام عمر بے ریا اور بلا طے شدہ معاوضہ کے خدمات دینی سرانجام دیں - جزاہ اللہ خیر الجزاء - آج کل کے پیشہ ور مولویوں کی طرح نہیں کہ فیس طے ہوتی ہے - پرسنل سیکرٹری شرائطین دین طے کرتا ہے - بڑے بڑے ہوٹلوں میں رہائش پذیر ہونے کے تقاضے ہوتے ہیں - پیشہ وروں کے یہ طور طریقے دیکھ کر سینہ سے اک ہوک اٹھتی ہے کہ

عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین و ایمان

عزادار افضل عزاداری پر ایک کتاب حسینی نامہ نگار سید محمد ہادی حسین صاحب نے مرتب فرمائی - جو ۱۹۵۵ء میں کراچی سے طبع ہوئی - اس کے باب ہشتم بعنوان لاہور کی عزاداری میں وقائع نگار کا یہ تاثر ملتا ہے - کہ ترویج و ترقی عزاداری لاہور کے ضمن میں اگر ابو الصفا ، جناب علامہ مرزا احمد علی صاحب امرتسری کا ذکر نہ کیا جائے تو ناسپاس گذاری ہو گی - علامہ موصوف اس پیرانہ سالی میں بھی دینی خدمات

برابر سجا لار ہے ہیں۔ اور علوم و معارف محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ اثباتِ عزاداری اور حلت و جواز گریہ و ماتم میں ان کی نہایت جامع تحریریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت قبلہ ضیغم اسلامؒ ۲۸ صفر المظفر کے شبیہ تابوت امام حسن علیہ السلام کے جلوس کے بانی اور موسس تھے۔ تابوت حسنؑ سبز قبا سارا سال جہاں زینت افروز رہتا ہے۔ اور ۲۸ صفر کو جہاں سے اٹھایا جاتا ہے۔ اس جگہ پر اس عزادار حسنی کو عین تابوت کے نیچے مدفن کو جگہ ملی اور خوب ملی۔ مرحوم کے مرثیہ میں چند بند میں نے بھی کہے تھے۔ ع

رہ گریزاں تجھے شناواللہ ہوں یا عبدالشکور	تیری اس حرب کا ہر شخص تماشائی ہے
مجلسوں میں تھی خطابت تیری سب سے بڑھکر	فیض آبادی تیرا ہر سامع سودائی ہے
شروع کی تو نے عزاء حسنؑ سبز قبا	حشر تک کام تیرا انجمن آرائی ہے
تیری آرام گہہ آخر خود تیری بنا کردہ ہے	تو حسینی ہے جگہ خوب تجھے بھائی ہے
عسکریؒ کی طرح ہو سوگ نشیں اے انور	مرزا صاحب سے تیرا واسطہ آبائی ہے

اپنے عہد کے بہترین واعظ و مقرر، مجاہد نڈر و مناظر نے اس جہانِ صوت و صدا سے چلے جانے کے بعد بھی شہر خاموشاں کے بھیانک سناٹے کو پسند فرمایا۔ اور فانی دنیا کی آخری منزل اور بے ثبات جہان کی آخری قرارگاہ ان کو وہاں نصیب ہوئی جہاں قرآن خوانی اور ذکر محمدؐ و اہلبیتؑ کے سوا کوئی گہما گہمی اور ہمہمی نہیں ہوتی — آہ۔ موجِ دردِ آہ دل سے اٹھتی ہے کہ انسیِ بے مثال و بے نظیر ہستی روپوش ہو گئی۔ دیکھنے کو جسکے آنکھیں ترستی ہیں جس نے عزاداری امامِ حقؑ کیلئے جہادِ کبیر کیا۔ جو ائمہ معصومین الی التنار کے ماننے والوں سے ہمیشہ پنجہ آزما رہا جس نے ترویج حق اور فروغ جعفریت کی تگ و دو میں بے لوث و بے ریا خدمتگذاری کی آہ! وہ ضیغم اسلامؒ روپوش ہو گیا۔

خداوند متعال رب ذوالجلال مرحوم نیک خصال کے درجاتِ عالیہ کو اور بلند حال فرمائے۔

آہ! اس مردِ خلیق کے نکتہ ہائے دقیق و افکارِ تازہ و عمیق اب رہ رہ کر یاد آتے ہیں۔

آہ! آہ جگر خراش کا دھواں جما ہیں یہ نقش بناتا دکھائی دیتا ہے ع

"شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی"

؎ عسکری ابن احمد خلف الصدق علامہ ضیغم اسلام علیہ الرحمہ

حفظانِ صحت

(از حکیم سید نوازش علی شاہ بخاری رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنز (یونانی) صدر بازار لاہور

موسمِ گرما اور آپ کی صحّت

مومنین! ہمارے ائمہ کرام کی معجز نمائیاں اظہر من الشمس ہیں۔ ان کی بصیرت بالغہ سے دین و دنیا کا کونسا شعبہ پوشیدہ رہ سکا۔ علم طب میں جناب امام موسےٰ رضا علیہ السلام کا تبحر علمی اور ان کے فیوض و برکات سے جو غلامانِ اہلبیتؑ استفادہ کر چکے ہیں، انہیں آپ کی حاذقی کا بخوبی اعتراف ہوگا۔

آپ موسم گرما کے تین مہینوں (مئی، جون اور جولائی) کے سلسلہ ہدایات میں فرماتے ہیں کہ اس موسم میں زیادہ نمکین چیزیں، حیوانات کے ثقیل حصے، چربی کھانا منع ہے۔ نیز زیادہ محنت اور ورزش، مشک و عنبر کا سونگھنا بھی منع ہے۔ ٹھنڈی مرطوب لطیف اور سریع الہضم غذائیں کھائیں۔ ذیل کا مضمون انہی ہدایات کی روشنی میں تفصیلاً ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے وسط اپریل سے وسط جولائی تک موسم گرما انتہائی شباب پر ہوتا ہے۔ اس موسم میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ کرۂ ارض کا یہ رخ شمسی شعاعوں کی زد میں پوری طرح آجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے زمین کا درجہ حرارت بیحد بڑھ جاتا ہے۔ فضا میں معلق آبی بخارات خشک ہو کر حبس کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ روئے زمین کے جملہ اجسام بشمول انسان شدّتِ حدّت و حرارت سے متاثر ہوتے ہیں۔ کبھی ہواؤں کا پھیلاؤ یکدم بڑھ جانے کے باعث آندھی چلتی ہے۔ جس میں گرد و غبار شامل ہوتا ہے۔ اگر ہوا کا دباؤ کم ہو تو آندھی کی بجائے گرم لُو چلتی ہے۔ جس سے اجسام جھلسنے لگتے ہیں۔

یہ موسم جانداروں کے لئے بیحد تکلیف دہ ہوتا ہے۔ انسانوں کی قوتِ کارکردگی کم ہو جاتی ہے۔ بھوک کم اور پیاس زیادہ لگتی ہے۔ کیونکہ معدہ کا فعلِ ہضم کمزور ہو جاتا ہے۔ اور جسم سے پسینے کے زیادہ اخراج کے باعث بار بار پیاس کی احتیاج ہوتی ہے۔ کیونکہ

خون جو گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اسے رگوں میں دوڑنے کے لئے پتلے سیال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پسینے کے ساتھ جسم سے نمکیات بھی خارج ہو کر جسم کو کمزور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف کھٹمل، مکھی اور مچھر جیسے انسان کے ازلی دشمن ان دنوں انسانوں کی نہ صرف نیندیں ہی حرام کرتے ہیں، بلکہ بالواسطہ ان میں مختلف بیماریاں پھیلانے کا بھی موجب بن جاتے ہیں۔ تو دوسری طرف اس موسم کی خصوصی بیماریاں مثلاً دردسر، گرانی، نزلہ زکام، نکسار خون قوتی، گرمی دانے، دل دھڑکنا، دل کا ڈوبنا، بیہوشی، پیشاب کا جل کر آنا۔ ہاتھ پاؤں کا جلنا، قے، ہیضہ، چیچک اور بالخصوص لُو لگنا، سن سٹروک، گردن توڑ بخار وغیرہ بھی کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہیں۔

اگر خدانخواستہ کسی مذکورہ بالا مرض کا حملہ ہو جائے تو فوراً کسی کوالیفائڈ حکیم یا ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ حفظانِ صحت کے نقطۂ نظر سے چند ضروری اور اہم ہدایات حسب ذیل تحریر کی جاتی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے اس موسم کی تکالیف سے بچاؤ کیا جا سکتا ہے۔

علی الصبح منہ اندھیرے اُٹھ کر سیر کیلئے جائیے۔ اس موسم میں یہی بہترین ورزش ہے۔ کوئی سخت قسم کی ورزش ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ حرکات سے جسمانی حرارت میں اضافہ ہو کر اندرونی اعضا کے لئے باعثِ نقصان ہوگا۔ صبح دوپہر اور شام باقاعدگی سے تازہ پانی اور صابن سے غسل کریں۔ تاکہ پسینہ اور گرد و غبار صاف ہو کر جلد کے مسام کھلے رہیں۔ ناشتے میں دہی کی لسی، دہی، مکھن، ڈبل روٹی کے سلائس حسب ضرورت تھوڑا سا جیم یا دودھ میں پکایا ہوا دلیہ یا سوجی کی روٹی، دال وغیرہ کھائی جا سکتی ہے دوپہر کو برف میں لگا ہوا دودھ اور چند بسکٹوں پر گزر کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح چار بجے سہ پہر ٹھنڈا دودھ یا لسی استعمال کریں تو مناسب ہوگا۔ البتہ رات کے کھانے میں دودھ چاول، چپاتی، گوشت سبزی میں یا شوربے دار کھایا جا سکتا ہے۔ اگر دوپہر کے کھانے کی عادت پختہ ہو تو چپاتی، سبز پتوں والی سبزیاں یا دال اور دہی و لسی استعمال کر سکتے ہیں۔ دوپہر اور رات کے کھانوں کے ساتھ کھیرا، سلاد، چٹنی اور اچار ضرور استعمال کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان چیزوں سے نہ صرف کھانے کا ہی لطف دوبالا ہو جاتا ہے بلکہ کھانے کو ہضم کرنے کے فعل میں بھی یہ چیزیں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اور ان سے کھانے والے کی اشتہا بھی بڑھ جاتی ہے۔ مچھلی، انڈا اور زیادہ گرم مصالحہ والی چٹپٹی چیزوں

صفائی کر کے ان میں فینائل چھڑکیں۔ رات کو کمروں میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی ۵ فیصدی کا پاؤڈر پانی میں حل کر کے چھڑک دیں۔ اور کمروں کو بند کر کے صبح کھولیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کھٹمل لال بیگ، چھپکلیاں اور بچھو اور بعض اوقات سانپ تک بھی مر چکے ہونگے۔ اسی ڈی۔ ڈی۔ ٹی کا لوشن چارپائیوں اور پلنگوں میں ڈالنے سے کھٹملوں کا صفایا ہو جائیگا۔

سوتے وقت مچھر دانی استعمال کریں اور ارد گرد سب جگہ فلٹ پمپ سے فلٹ چھڑک دیں۔ تاکہ مچھروں سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو۔ تو سوتے وقت جسم کے ننگے حصوں پر اینٹی ماسکیٹو کریم مل لیں یا صرف سرسوں کے تیل کی مالش کر کے سو جائیں اگرچہ اس سے بستر تو ضرور گندہ ہو جاتا ہے۔ مگر مچھروں سے محفوظ رہنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷)

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین
پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد

غرض کہ اسلام کی حیرت انگیز ترقی اور معلم قرآن اعلیٰ اصولوں کے مرہون منت ہے اسلام کی غرض و غایت دنیا میں امن و مصلحت قائم کرنا اور فتنہ و فساد کا نام و نشان ختم کر دینا ہے۔ اسلام اور قرآن کو سمجھنا تو اس وقت مکمل ہو سکتا ہے۔ جب رسول اللہ کے پیغام کو سمجھیں۔ جس کی وجہ سے آج چودہ سو سال بعد بھی دنیا کا ہر پانچواں انسان مسلمان ہے۔ اور جس کے نام کی اذانیں دنیا کے ہر حصے میں پانچ بار بلند ہوتی ہیں

وقت کا تقاضا ہے کہ بھٹکا ہوا انسان ایک دفعہ پھر قرآن اور پیغمبر اسلام سے رہنمائی حاصل کرے۔

سے پرہیز کریں۔

دن بھر میں جب بھی پیاس لگے تو بہتر ہے سادے پانی میں تھوڑا سا کھانے والا نمک شامل کر کے پی لیں۔ دہی کی پتلی لسی بھی ان دنوں نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوتی ہے شربت پینے کو دل چاہے تو شربت صندل، شربت بزوری معتدل۔ شربت نیلوفر، لیموں کی سکنجبین وغیرہ پی سکتے ہیں۔ شربت روح افزا اور اسی قبیل کے دوسرے شربت جو معیاری دواخانہ کے تیار شدہ ہوں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں شربت بہت زیادہ میٹھا نہیں پینا چاہیئے۔ اور نہ ہی اس میں حد سے زیادہ برف ڈالنی چاہیئے۔ کیونکہ برف فی الوقت تو ٹھنڈک دیتی ہے۔ مگر یہ اس کا خارجی اثر ہے۔ ورنہ حقیقتاً برف کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ بچوں کو برف کے گولے اور قلفیاں کھانے سے منع کریں

اگرچہ آج کل بہت سے پھل بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ مگر ان میں فالسہ، آلو بخارا آڑو، جامن وغیرہ جس قدر طبیعت چاہے کھا سکتے ہیں۔ خربوزہ، اور آم کم کھائیں۔ خربوزہ کھانے کے بعد شکر کا شربت اور آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی استعمال کرنی چاہیئے۔ نرم نرم ترا اور کھیرے نیز تربوز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ پپیتہ بھی اچھی چیز ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ ہر پھل کو کھانے سے پہلے صاف پانی سے دھو لینا ضروری ہے۔ ورنہ ان پر مکھیوں کے ذریعہ مختلف امراض کے جراثیم کی موجودگی آپ کو مبتلاء مرض کر سکتی ہے۔ بازار میں کٹے ہوئے پھل نہیں کھانے چاہئیں۔

صاف ستھرا سوتی لباس پہنیں۔ پسینہ سے بھیگا ہوا بدبودار اور میلا لباس استعمال نہ کریں۔ ململ کی پتلی قمیض علی الصبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے وقت تو استعمال کر سکتے ہیں۔ مگر دھوپ کے اوقات میں ہرگز ایسی پتلی قمیض استعمال نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ لو لگنے کا خطرہ ہے۔

اس کے علاوہ دھوپ میں چلتے ہوئے سر پر چھجے دار انگریزی ٹوپی استعمال کرنا چاہیئے تاکہ آنکھوں اور گردن پر براہ راست سورج کی شعاعیں اثر انداز نہ ہو سکیں۔ اگر مذہبی طور پر یہ ٹوپی نہ پہننا چاہیں تو پھر چھتری کا استعمال لازمی ہے۔

گھر میں کھانے پینے کی جملہ اشیاء مکھیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے فریج یا کم از کم جالی کا استعمال ضرور کریں۔ علاوہ ازیں گھر کے تمام کونوں کھدروں اور نالیوں کو اچھی طرح روزانہ

تبصرہ

تحفۂ زوجین

یہ کتاب ادارہ معارف اسلام لاہور نے شائع کی ہے کتابت طباعت نہایت دیدہ زیب ہے۔ بالخصوص ٹائیٹل جسے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ قیمت چار روپیہ

میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا۔ اس میں زن و شوہر کے فرائض تربیت اولاد کے قواعد امور خانہ داری کے آئین۔ اخلاقی نصائح کا بیان نہایت سلیقہ سے کیا گیا ہے۔ اگرچہ اور بہت سی کتابوں میں ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن جس جامعیت سے اس کتاب میں تذکرہ ہوا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس الحاد پرور دور میں جبکہ مغربی تہذیب نے اسلامی مراسم اور اخلاقی قدروں کو مسلمانوں کی نظروں سے گرا دیا ہے۔ ایسی کتابوں کی نشر و اشاعت بہت ضروری ہے۔ تاکہ جس دل و دماغ میں کچھ تو تجلیاں دی جائیں۔ اور ان بھولے بسرے راستوں کو یاد دلایا جائے۔ جن پر دو چار قدم چلنے کیلئے بھی اب مسلمان تیار نہیں ہوتے۔ اسلامی معاشرہ کے ایک ایک پہلو کو مغربی تہذیب نے اس بری طرح کچلا ہے کہ اب اس کی صورت کا صحیح نقشہ بھی ذہن میں نہیں آتا۔

لہٰذا اس کتاب کے مصنفوں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس دینی درد کا احساس کر کے وہ نقش اجاگر کئے جو گردش زمانہ سے حد درجہ مضمحل ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب ضرور ہر گھر میں ہونی چاہئے۔ مرد بھی پڑھیں عورتیں بھی پڑھیں اور لڑکے لڑکیاں بھی۔ امید ہے کہ معاشرہ کی تباہ کن رسوم کو ترک کر کے صحیح اختیار کیا جائیگا۔

راقم آثم سید ظفر حسن نقوی امروہوی

(از ادارہ)

اعلانات واطلاعات

نوٹ فرمالیں: وی پی واپس کرنا ادارہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ یہ آپ کا اپنا ادارہ ہے۔ آپ ہی کے پیسے سے چل رہا ہے کسی رئیس کی پشت پناہی نہیں لہذا زیادہ سے زیادہ ممبر اور خریدار بنائیں تاکہ تعلیمات محمدؐ وآل محمدؐ کو گھر گھر پہنچایا جائے۔

خبر مسرت: مومنین کیلئے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ فدا البیتؑ حضرت فدا بخاری جو ملت جعفریہ کے جانے پہچانے کہنہ مشق شاعر ہیں انسپکٹر پولیس سے ترقی کر کے ڈی۔ ایس۔ پی ہوگئے ہیں۔ (عراقی)

صحت کیلئے دُعا فرمائیں: مومنین ادارہ معارف اسلام کے روح رواں شیخ غیاث الدین صاحب مدیر اعلیٰ مسلسل دو ماہ سے بیمار ہیں دعا فرمائیں کہ مولا انہیں بیمار کربلا کے صدقے میں صحت کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین (عراقی)

ذرا سنئے: جس کسی نے عالم یا طالب علم کی راہ میں مقدور بھر امداد کی گویا اُس نے ۷۰ مرتبہ خانۂ خدا کی تعمیر کی۔ مومنین رسولؐ مقبول کی اس حدیث کی روشنی میں مرکز تہذیب الاطفال گلگت ایجنسی، زیادہ امداد کا مستحق ہے چونکہ اس مدرسے میں قوم کے نادار بچے اور بچیاں پڑھ رہے ہیں۔ آپ اپنے گرانقدر عطیات کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۲ حبیب بینک گلگت ایجنسی میں جمع کرائیں۔ شکریہ۔ مہتمم مدرسہ آل حسین

مجالس چہلم: انجمن جعفریہ خانپور سیداں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کے زیر اہتمام مجالس چہلم بپا ہو رہی ہیں۔ جس میں مولانا محبوب علی شاہ ہمدانی۔ مولانا عزیز کراروی جناب شیرازی صاحب مولانا قاضی سعید الرحمان علوی۔ مولانا نظیر الحق دیوبندی اور ذاکرین میں ریاض حسین موچھ۔ خادم حسین چک ۳۳ کے علاوہ اور بہت سے ذاکرین خطاب فرمائیں گے۔

سیکرٹری سرفراز حیدر شیرازی

جگر گوشۂ رسولؐ کا ماتم: انشاء اللہ حسب دستور سالہائے ماسبق ۱۴ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق ۲ جمادی الثانی بروز جمعہ بر مکان سید محمد ولی شاہ ترمذی بلاک ۲ کوارٹر ۱۷/۱ سیکٹر ۵ ڈی نیو کراچی ۳۶ ایک مجلس عزا بسلسلۂ شہادت جگر گوشۂ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا بعد نماز مغرب منعقد ہوگی جس میں مسعود علی نقوی بیان فرمائیں گے۔ بعد مجلس مشہور ماتمی انجمنیں جگر گوشۂ رسولؐ کا ماتم برپا کریں گی۔ زنانہ مجلس ۲/۱-۲ بجے دن ہوگی۔ زہرہ علی سوز خوانی اور بیگم جعفری خطاب کریں گی۔ منجانب سید محمد ولی شاہ ترمذی

صاحبان ایثار متوجہ ہوں

عالیجناب آقائے شریعتمداری قم ایران نے ادارہ ہذا کو نشر و اشاعت اور تبلیغ دین حقہ کیلئے سہم امام میں سے پچاس ہزار روپے سالانہ خرچ کرنے کا اجازہ مرحمت فرمایا ہے۔ چونکہ ادارہ کی چند ایک ضروری کتابوں کی اشاعت سرمایہ کی کمی کی وجہ سے رکی پڑی ہیں۔ لہٰذا صاحبان ایثار سے التماس ہے کہ وہ سہم امام میں سے گرانقدر رقم ادارہ ہذا کو ارسال فرما کر ناصران آل محمدؐ کی معتبر ہی فہرست میں اپنا نام درج کرائیں۔

ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان مرکزی دفتر ۹ شاہ عالمی گیٹ لاہور

آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے محسن الحکیم مرحوم کی برسی

دنیائے اسلام کے عظیم محسن اور ملت جعفریہ کے مرجع اعظم مرحوم کی برسی لاہور میں مندرجہ ذیل مقامات پر ۱۳ جون تا ۱۶ جون ۱۹۷۲ء منائی گئی۔

(۱) مسجد کشمیری محلہ شیعاں (۲) مسجد خواجگان نارو والی اکبری گیٹ۔ (۳) جامع مسجد محمدی گلبرگ (۴) جامع مسجد ریلوے ورکشاپس (۵) جامع مسجد حسن آباد (۶) جامع مسجد کرشن نگر (۷) جامع مسجد شاد باغ (۸) جامع مسجد صدر بازار (۹) جامع المنتظر ماڈل ٹاؤن (۱۰) دفتر امامیہ مشن انارکلی۔

اس موقع پر مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کی گئی اور مجالس عزا منعقد کی گئیں جس میں مندرجہ ذیل علمائے کرام نے خطاب فرمایا (۱) مولانا سید صادق علی صاحب (۲) مولانا سید صفدر حسین صاحب نجفی (۳) مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل (۴) مولانا السید علی موسوی (۵) مولانا سید اکبر عباس صاحب نجفی (۶) مولانا سید محمد جعفر صاحب زیدی اسکے علاوہ جامع المنتظرین راولپنڈی میں اور دارالعلوم محمدیہ سرگودھا میں ایسی مجالس سے علی الترتیب مولانا محمد حسین صاحب اور مولانا [illegible] بخش صاحب نے خطاب فرمایا۔ دستخط [illegible]

تحفۂ زوجین

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ مرحوم نے تالیف کیا تھا۔ اب نظرثانی اور اضافے کے ساتھ اس کتاب کو مولانا سید محمد جعفر صاحب زیدی لاہور اور سید محمد فاضل صاحب مشہدی سابق ایڈیٹر انسائیکلوپیڈیا نے دوبارہ ترتیب دیا ہے اور زمانہ حال کے تقاضوں کے مطابق تمام متعلقہ مضامین کو جمع کر دیا ہے۔ اور فرمان خداوندی اور چہاردہ معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی معاشرتی زندگی کے جملہ اصول بیان کر دیئے ہیں تاکہ میاں بیوی ان اصولوں پر چل کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں زیر مطالعہ رہے اور لڑکیوں کو جہیز میں دی جایا کرے۔ کتابت عمدہ۔ کاغذ کرنافلی۔ طباعت آفسٹ ضخامت ۶۷۲ صفحے۔ مجلد سائز ۲۰×۳۰/۱۶ پلاسٹک کور سے مزین۔ اتنی خوبیوں کے باوجود قیمت صرف چار روپے۔ جلد از جلد طلب کریں ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ (خرچہ ڈاک بذمہ خریدار)